نماز باجماعت اور مساجد کا احترام

(فرمودہ ۴ دسمبر ۱۹۲۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں اس بات پر خوشی کا اظہار کرتا ہوں کہ میں نے جماعت کے دوستوں کو جو یہ نصیحت کی تھی کہ نماز باجماعت کی طرف زیادہ توجہ کریں۔ سو اس کے مطابق انہوں نے عمل کرنا شروع کر دیا ہے اور اس نصیحت کے بعد لوگوں میں چستی نظر آتی ہے۔ وہ باقاعدہ جماعت کے ساتھ نمازیں پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ پس میں اس بات پر خوشی کا اظہار کرتا ہوں کہ میری نصیحت پر عمل کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ افسوس بھی ہے کیونکہ جہاں کثیر حصہ جماعت نے اس نصیحت کے مطابق باجماعت نمازیں پڑھنی شروع کر دی ہیں۔ وہاں بعض ایسے بھی ہیں جن پر نصیحت کا یا تو اثر نہیں ہوا یا اگر ہوا ہے تو بہت کم۔ چنانچہ ایسے لوگ ابھی ہیں جنہوں نے اس طرف توجہ نہیں کی اور انہوں نے جماعت کے ساتھ نمازیں پڑھنے کے لئے مسجدوں میں آنا شروع نہیں کیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ نماز پڑھنے کا ہی حکم ہے۔ سو نماز تو ہم پڑھتے ہیں مسجد میں اگر نہ پڑھی تو گھر میں پڑھ لی۔ آخر پڑھ تو لیتے ہیں اور جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو فرض ادا ہو گیا مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ اسلام میں نماز پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ اقامت نماز کا حکم ہے۔ یعنی باجماعت نماز پڑھنے کا ہے اور اکیلے پڑھنے کی رعائیت صرف اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص بعض مجبوریوں کی وجہ سے کسی وقت جماعت میں نہیں شامل ہو سکتا تو اکیلا ہی پڑھ لے تا اس کی نماز رہ نہ جائے۔ پس اصل حکم نماز باجماعت کا ہے مگر باوجود اس کے بعض لوگ ہیں جو اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

قرآن کریم میں دیکھ لو۔ اقیموا الصلوٰۃ اقیموا الصلوٰۃ ہی آتا ہے اور صلّوا نہیں آتا اور اگر آتا ہے تو بہت کم اور وہ بھی حکم کے طور پر نہیں۔ حکم کے طور تو اقیموا الصلوٰۃ اور یقیموا الصلوٰۃ ہی آتا

ہے پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیونکر لوگ اس بات کو پسند کر لیتے ہیں کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھیں کیونکہ حکم یہی ہے کہ نماز قائم کرو اور جب حکم یہی ہے کہ نماز باجماعت ادا کرو تو جب تک انسان باجماعت نماز ادا نہ کرے۔ وہ اس فرض کی ادائیگی سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔

پھر بعض لوگ خیال کر لیتے ہیں کہ اگر ہم دو یا تین یا چار نمازیں باجماعت ادا کر لیتے ہیں تو ہم نے فرض ادا کر دیا۔ ایسے لوگ سمجھتے ہیں فرض ادا ہو گیا لیکن در حقیقت یہ فرض ادا نہیں ہوتا۔ یہ تو سستی ہے اور میرا بھی یہی شکوہ تھا کہ وہ نمازوں میں آنے میں سستی کرتے ہیں اور اسی کو مد نظر رکھ کر میں نے نصیحت بھی کی تھی لیکن افسوس کہ ابھی ایسے آدمی ہیں جو اسے ترک نہیں کرتے۔ پس ایسے لوگوں کا یہ خیال بھی غلط خیال ہے کہ تین یا چار نمازیں باجماعت پڑھ لینے سے فرض ادا ہو گیا۔ نمازیں پانچ مقرر کی گئی ہیں اور اقامت کا حکم بھی پانچوں ہی کے لئے ہے اور پانچوں ہی کو باجماعت پڑھنا چاہئے اور ہر شخص پر پانچوں ہی کو باجماعت پڑھنے کا فرض یکساں طور پر عائد ہوتا ہے۔ سوائے اس شخص کے جو مجبور ہو یا بیمار ہو۔ یا کسی اور سبب سے نہ آ سکتا ہو۔ مثلاً" تیمار دار ہے۔ یا ڈاکٹر ہے کہ وہ مریض کے دیکھنے کے لئے جا رہا ہے۔ جس کی حالت خطرناک ہے اگر وہ رکے تو مریض کی جان کا خطرہ ہے یا کوئی حادثہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص مسجد میں نہیں آ سکتا کیونکہ حادثوں کی وجہ سے بھی بعض ایسی مجبوریاں پیش آ جاتی ہیں کہ ایک شخص نماز باجماعت نہیں پڑھ سکتا یا پھر کوئی اور ایسی مجبوری پیش آ گئی ہو جس کے سبب وہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے قاصر ہے تو وہ اکیلا بھی پڑھ سکتا ہے۔ لیکن اس قسم کی مجبوریوں کے سوا اگر ایک وقت میں بھی کوئی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتا تو وہ غلطی کرتا ہے۔

ایسا شخص جو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتا اور بلا وجہ گھر ہی میں پڑھتا ہے وہ اپنی محنت ضائع کرتا ہے۔ کیونکہ گھر میں نماز ہوتی ہی نہیں اور گھر میں اگر کوئی شخص ایک گھنٹہ بھی نماز پر خرچ کر دے تو بھی وہ اس نماز کے برابر نہیں ہو سکتی۔ جس پر مسجد میں پندرہ منٹ ہی صرف کرے۔ کیونکہ گھر کی نماز جس پر اس نے ایک گھنٹہ خرچ کیا۔ حقیقی نماز نہیں ہوگی۔ اور مسجد کی نماز کہ جس پر اس نے صرف پندرہ منٹ لگائے حقیقی نماز ہوگی۔ پس جب گھر میں گھنٹہ خرچ کرنے پر بھی نماز حقیقی نماز نہیں ہو سکتی تو جو لوگ گھروں پر ہی نماز پڑھتے ہیں۔ انہیں اس پر خوش اور مطمئن نہیں ہونا چاہئے کہ نماز پڑھ لی۔ ان کی نماز تب حقیقی نماز ہوگی جب وہ مسجد میں پڑھیں گے ورنہ بغیر اس کے ان کی نماز حقیقی نہیں ہے۔

ایسے لوگ جو ساری نمازیں مسجدوں میں نہیں پڑھتے۔ اکثر کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر ساری نہیں تو قریباً ساری نمازیں ہم مسجد میں پڑھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک دو نمازیں مسجد میں نہیں پڑھتے تو کیا ہوا۔ مگر یہ قریبا" کا لفظ کوئی عذر نہیں۔ کیونکہ ضرورت تو ہے پانچوں نمازوں کے مسجد میں پڑھنے کی۔ کیا ایسے لوگ اپنے دوسرے کاموں میں بھی قریباً کے لفظ سے اطمینان حاصل کرسکتے ہیں۔ کوئی شخص اس بات پر مطمئن ہو کر نہیں سو سکتا کہ قریبا تمام دروازے مکان کے بند ہیں۔ مثلاً اگر ایک امیر آدمی جس کے پاس کثرت سے مال و دولت ہو اور جسے حفاظت کی ضرورت ہے۔ نوکر سے پوچھے کہ تمام دروازے بند ہوگئے اور نوکر کہے جی قریباً تمام بند ہو گئے تو جانتے ہو وہ اس سے کیا سلوک کرے گا۔ وہ ہرگز اس جواب سے مطمئن نہیں ہوگا اور جب تک سب دروازوں کو بند نہ کرا لے گا تب تک وہ اپنے آپ کو امن میں نہیں سمجھے گا۔ پس ایسے موقعوں پر جس طرح تمام دروازوں کے بند کرنے کی ضرورت ہو قریباً کا لفظ نہیں سنا جاتا۔ اس کے لئے ایک قطعی جواب کی ضرورت ہوتی ہے کہ ہاں سب بند ہو گئے۔ اسی طرح نماز کے لئے قریبا کہہ دینا کافی نہیں۔ کیونکہ قریباً کے لفظ میں شک کی گنجائش ہے اور حفاظت کے لئے شک مضر ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر تو یقین اور وثوق چاہئے۔ پس جس طرح وہ امیر آدمی جسے حفاظت کی از حد ضرورت ہے جب تک تمام دروازے بند نہ ہوں مطمئن نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ جماعت بھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس کے سب کے سب افراد ایسے نہ ہوں جو احکام دین پر پورا عمل کریں۔ پس ہمیں خوش نہیں ہونا چاہئے کہ قریبا" تمام نمازیں باجماعت پڑھتے ہیں بلکہ ہمیں پوری پانچوں نمازیں باجماعت پڑھنی چاہئیں اور ایسا ہی بلحاظ افراد کے بھی ہمیں یہ کہہ کر خوش نہیں ہونا چاہئے کہ ہم میں سے زیادہ لوگ نماز پڑھتے ہیں یا زیادہ لوگ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں کیونکہ یہ زیادتی بھی کسی کام نہیں آ سکتی جب تک کلیت نہ ہو۔ پس کلیّت پیدا کرنے کی کوشش کرو اور تمام کے تمام نمازیں پڑھو اور باجماعت نمازیں پڑھو۔

اس کے بعد میں ایک اور نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جس طرح باجماعت نماز پڑھنا شریعت کا حکم ہے اور باجماعت نماز پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح مساجد کا احترام اور ادب بھی نہایت ہی اہم اور ضروری ہے۔ مساجد اس لئے ہیں کہ ان کے اندر خدا کا ذکر کیا جائے اور اس کا نام لیا جائے۔ ان میں ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دینا ان کے احترام اور ادب کے منافی ہے۔ پس مسجدوں میں آکر ان کا ادب و احترام کرنا چاہئے اور ان کا ادب و احترام یہی ہے کہ ماسوا ان امور کے

جو ادب و احترام کے منافی نہیں ان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔

مساجد چونکہ مسلمانوں کے جمع ہونے کی جگہ ہیں۔ اس لئے سوائے نماز اور ذکر الٰہی کے وہ بعض ایسے کاموں کے لئے بھی استعمال ہو سکتی ہیں جن کا اثر قومی رنگ میں ہوتا ہو۔ مثلاً وہاں قومی معاملات سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔ تعلیم و تعلم جاری کی جاسکتی ہے۔ علم پڑھایا جا سکتا ہے۔ درس دیئے جاسکتے ہیں۔ اور اور کام ہو سکتے ہیں جو قومی کام ہوں اور جن کا اثر قوم پر پڑتا ہو۔ لیکن افراد کی باتیں گھروں میں بہ نسبت مساجد کے زیادہ طے ہونی چاہیں اور ان کے لئے مسجد کو استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

یہی وجہ ہے کہ مسجد نبوی میں جنگی امور کے متعلق بحثیں کرتے ہوئے تو نظر آتے ہیں۔ تعلیم دیتے ہوئے تو نظر آتے ہیں اور درس دیتے ہوئے تو نظر آتے ہیں لیکن دنیاوی امور یا ذاتی معاملات یا خانگی باتیں کرتا ہوا کوئی نظر نہیں آتا اور اگر کوئی شخص اس میں کھڑے ہو کر یہ کہہ دیتا کہ میری فلاں چیز گم گئی ہے۔ اگر کسی کو ملی ہو تو مجھے دیدے۔ تو کہا جاتا ہے کہ خدا تمھاری اس چیز میں برکت نہ ڈالے۔ مسجد گمی ہوئی چیزوں کے لئے نہیں۔ پس مسجد اگر ہے تو نماز کے لئے ہے یا ذکر الٰہی کے لئے ہے اور پھر یا قومی معاملات اور تعلیم وغیرہ کے واسطے ہے۔ ان میں جنگی معاملات کے متعلق تو مشورہ ہو سکتا ہے۔ ان میں قضاء کے امور تو طے پا سکتے ہیں ان میں تعلیم تو دی جا سکتی ہے۔ ان میں درس تو دیئے جاسکتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ وہ باتیں ہیں۔ جن کا قومی معاملات پر اثر پڑتا ہے لیکن ان کے سوا کوئی اور کام ان میں نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی اور کام مساجد میں کرنا درست ہے اور خاص کر کوئی ایسا کام تو مساجد میں کرنا ہرگز درست نہیں۔ جس کا اثر قومی نہیں بلکہ انفرادی ہے۔ مسجد چونکہ مسلمانوں کے اجتماع کی جگہ ہے۔ اس لئے اس میں اس قسم کے امور جائز قرار دیئے گئے ہیں اور قضاء اور جنگی معاملات اور تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کی اجازت دی گئی ہے مگر ذاتیات کی باتوں اور غیر قومی امور کو درست نہیں رکھا گیا۔ الا ماشاء اللہ

پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ مساجد میں بیٹھ کر ذکر الٰہی کیا کریں۔ تعلیم دیں۔ درس جاری کریں۔ اور دوسرے قومی معاملات طے کریں۔ بیشک یہاں کے محکموں والے مسجدوں میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے مشورہ لے سکتے ہیں اور فیصلے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے کام ذاتی نہیں۔ قومی ہیں اور ان کا اثر صرف افراد پر نہیں پڑتا۔ بلکہ قوم پر بھی پڑتا ہے۔ پس مساجد میں قومی کام تو کئے جا سکتے ہیں لیکن ادھر ادھر کی باتیں نہیں کی جا سکتیں اور گپیں نہیں ہانکی جا سکتیں۔ میں اپنی جماعت کے

دوستوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ خود بھی ایسا نہ کریں بلکہ مسجدوں میں آکر ذکر الٰہی کریں۔ قومی کام کریں۔ تعلیم دیں۔ وعظ و نصیحت کریں۔ درس دیں اور اگر کسی دوسرے کو دیکھیں کہ وہ کوئی ایسا کام کر رہا ہے۔ جس سے مسجد کے ادب و احترام میں فرق آتا ہے۔ تو اگر وہ ان کا دوست اور واقف ہے تو اسے سمجھا دیں اور اگر واقف نہیں تو کسی کے مخاطب کئے بغیر بلند آواز سے کہہ دیں۔ مساجد نماز یا ذکر الٰہی کے لئے ہیں یا تعلیم اور قومی کاموں کے لئے ہیں۔ ادھر ادھر کی باتوں کے لئے نہیں۔

میں نے دیکھا ہے چونکہ مجھے مسجد میں بیٹھنا پڑتا ہے اور بعض امور کو سرانجام دینا پڑتا ہے۔ اس لئے میں نے دیکھا ہے ادھر تو میں کام میں لگا ہوتا ہوں اور ادھر بعض لوگ اپنی باتوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ بیشک کچھ بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو میری وجہ سے چپ رہتے ہیں۔ مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا بعض ضروری کام کر رہا ہوتا ہوں۔ وہ اپنی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ بیعت بھی اگر ہو رہی ہوتی ہے تو بھی وہ خاموش نہیں ہوتے۔ ادھر بیعت ہو رہی ہوتی ہے اور ادھر وہ گپیں مار رہے ہوتے ہیں اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ بیعت ایک ایسا اہم معاملہ ہے کہ اگر اس کی حقیقت اور اس کی عظمت پر غور کریں تو باتیں کرنا تو درکنار دم تک لینا چھوڑ دیں۔

بیعت ایک ایسا مسئلہ ہے جو بہت ہی اہم ہے۔ جب ایک شخص بیعت کر رہا ہو تو فطرت صحیحہ کہتی ہے کہ پوری توجہ کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ بیعت کیا ہے؟ بیعت اقرار ہے جو ایک شخص خدا سے باندھتا ہے۔ بیشک بیعت کرنے والا بظاہر ایک انسان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے لیکن درحقیقت اس کا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ خدا دنیا میں نہیں آتا۔ اس کے ہاتھ کا یہی مطلب ہے کہ وہ کسی کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دے دیتا ہے۔ پس کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اقرار کرنا جسے خدا تعالیٰ مقرر کرے۔ بیعت کہلاتا ہے اور جب ایک شخص بیعت کے لئے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے تو اقرار کرتا ہے کہ میں اپنے آپ کو، اپنی جان کو، اپنے مال کو، اپنے اوقات کو، اپنی طاقت کو، اپنے عزیز و اقارب کو، اپنے دوستوں کو، اپنی جائداد کو، اپنے ملک کو غرض اپنی ہر چیز کو خدا تعالیٰ کے لئے قربان کرتا ہوں۔ دیکھو کتنا ہیبت ناک اقرار ہے کہ ایک شخص اپنا سب کچھ خدا کے لئے قربان کرتا ہے۔ پاس بیٹھے ہوئے تو الگ رہے اگر گلی میں سے گزرتا ہوا کوئی شخص بھی سن پائے کہ ایک شخص اپنا سب کچھ خدا پر قربان کر رہا ہے۔ تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو جانے چاہئیں مگر

کئی پاس بیٹھنے والے ادھر توجہ کرنا تو درکنار اپنی باتوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ جب کوئی شخص بیعت کے لئے آتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ سب کچھ قربان کرنے کے لئے آتا ہے اور جب کوئی دیکھتا ہے کہ یہ شخص خدا کے آستانہ پر اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لئے آیا ہے۔ تو اس وقت ہر وہ شخص جس کے اندر خشیت اللہ ہوتی ہے۔ اس بات کو دیکھ کر کانپ جاتا ہے۔ مگر مجھے تعجب ہے کہ موجود ہونے والے شخصوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ اس کا خیال ہی نہیں کرتے اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے دل میں بیعت کا احترام نہیں اور جب بیعت ہوتے وقت اس کا احترام نہیں کرتے تو دوسرے مواقع پر ان سے کب امید ہو سکتی کہ وہ بیعت کو پورا کریں گے اور مسجد کے احترام کا خیال رکھیں گے۔ میں اگر مسجد میں بیٹھتا ہوں تو جائز اور ضروری قومی کاموں کو سرانجام دینے کے لئے بیٹھتا ہوں۔ اس موقع کو ادھر ادھر کی باتیں کرنے کا موقع نہیں بنا لینا چاہئے۔

انسان اگر غور سے دیکھے کہ وہ پیدا کیوں کیا گیا تو اس کو اپنی کمزوریوں اور نقصوں کا پتہ چلے۔ انسان کی پیدائش کی غرض یہی ہے۔ جو وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون (الذاریت ۵۷) میں بیان ہوئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان معبود حقیقی کا پورا پورا عبد ہے اور پھر سورۂ فاتحہ میں بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ جس میں یہ سکھایا گیا ہے کہ ہم یہ دعا مانگتے رہیں کہ اے خدا ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ وہ راستہ جو تو نے ہم سے پہلے منعم علیہ گروہ کو دکھایا۔ جو تیرے پیارے مقرب کہلاتے ہیں۔ وہ راستہ جو منعم علیہ گروہ کو دکھایا گیا تھا۔ وہ راستہ یہی تھا کہ ان کے دل خدا کی صفات کے جلوہ گاہ بن گئے تھے۔ ان کے قلوب انوار الٰہی کے جاذب ہو گئے تھے۔ ان کے کان خدائی آوازوں کو سنتے تھے۔ ان کی آنکھیں خدا تعالیٰ کے جلال کو دیکھتی تھیں۔ پس یہ چیز ہے جس کے لئے انسان پیدا ہوا۔ جس کے لئے انبیاء آئے۔ جس کے لئے خدا تعالیٰ نے طرح طرح سے دنیا کی رہنمائی کی اور جب تک یہ غرض حاصل نہیں ہوتی۔ تب تک انسان اپنی پیدائش کی غرض کو نہیں پا سکتا۔ ایسا انسان اپنی جان و مال کو خطرہ میں ڈالتا ہے لیکن باوجود اس کے اسے یہ مقصد نہیں ملتا۔ وہ اپنا سب کچھ اس لئے قربان کرتا ہے کہ اس مقصد کو پالے لیکن سب کچھ قربان کرنے کے باوجود صرف بعض باتوں میں سستی کرنے سے اس مقصد کو گنوا لیتا ہے اور ایسے لوگ باوجود قربانیوں کے کچھ حاصل نہیں کرتے۔ پس میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی پیدائش کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر ایک پہلو سے احتیاط کرے اور اس کے لئے نماز کے سوا ذکر الٰہی ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ پس جماعت کو چاہئے کہ ذکر الٰہی میں بھی اپنے اوقات خرچ کرے تا

اس کا قلب خدا کی صفات کا جلوہ گاہ بن جائے اور اس کے انوار کا اس پر نزول ہونا شروع ہو جائے تو اس کا یہ مقصد پورا ہو جاتا ہے جس کے لئے اسے دنیا میں بھیجا گیا- پس میں پھر جماعت سے کہتا ہوں کہ وہ نماز کے سوا ذکر الٰہی بھی کرے۔

اگرچہ ذکر الٰہی کرنے کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں جس وقت بھی انسان چاہے ذکر الٰہی کر سکتا ہے لیکن اس کے لئے بہترین وقت مسجد میں آکر امام کی انتظار کرنے کا جو وقت ہے وہ ہے کیونکہ ایک تو اس سے مسجد میں آکر ادھر ادھر کی باتوں سے انسان بچا رہتا ہے - دوسرے یہ وقت فرصت کا ہوتا ہے خواہ کوئی زمین دار ہو یا تاجر۔ ملازم ہو یا پیشہ ور۔ وہ سمجھتا ہے یہ فارغ وقت ہے اور وہ جانتا ہے کہ جب تک نماز نہیں ہو لیتی میں مسجد سے نہیں جا سکتا۔ پس وہ اس خالی وقت میں اچھی طرح ذکر الٰہی کر سکتا ہے اور اگر اس کو ضائع نہ کرے اور اس میں ذکر الٰہی کرنے کی عادت ڈالے تو قلب میں بہت بڑی اصلاح ہو جاتی ہے اور پھر انوار الٰہی کا نزول ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ پس امام کی انتظار میں جو وقت مسجد میں گزرتا ہے اس کو رائیگاں نہیں گنوانا چاہئے بلکہ اس میں ذکر الٰہی کرنا چاہئے کیونکہ ذکر الٰہی ایک ایسی چیز ہے۔ جس سے مومن کا آئینہ دل صاف ہو جاتا ہے جس میں وہ خدا کی شکل کو دیکھتا ہے اور انوار الٰہی کا مہبط بن جاتا ہے۔

ہمارے ایک دوست ہیں ان کا نام میں نہیں لیتا۔ وہ ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے کہ انہوں نے خط میں لکھا۔ احمدیت کے متعلق فلاں فلاں بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کے بعد میں نے رؤیا میں دیکھا ایک تخت بچھا ہوا ہے جس پر میں نے ان کو بیٹھے ہوئے دیکھا پھر دیکھا کہ آسمان سے ایک نور ان کے قلب پر گر رہا ہے اور وہ ذکر الٰہی کر رہے ہیں۔ یہ اس وقت کا خواب ہے جب کہ وہ ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے اور سلسلہ کے کاموں میں ان کو حصہ لینے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کے بعد خدا نے انہیں سلسلہ میں داخل ہونے کی توفیق بخشی اور ان کو سلسلہ کے کاموں میں حصہ لینے کے بہت سے موقعے ملے تو ذکر الٰہی انوار الٰہی کو جذب کرنے والا بن جاتا ہے۔ اس لئے جماعت کو چاہئے کہ اس میں مصروف ہو اور مسجد میں آکر امام کی انتظار میں جو وقت گزرتا ہے - اسے خالی نہ جانے دیا جائے بلکہ اس میں ذکر الٰہی کریں۔ اگر گھر میں بھی موقع مل جائے تو نور علیٰ نور ہے لیکن کم از کم مسجد میں تو ذکر الٰہی ضرور ہونا چاہئے۔

ذکروں میں سے بھی بعض ذکر ایسے ہیں جو زیادہ مفید ہیں اور جلدی ہی ایک شخص کے دل کو پاک اور انوار الٰہی کا مہبط اور نزول گاہ بنا دیتے ہیں اور ذکروں میں سے خصوصیت کے ساتھ تسبیح و

تحمید ہے۔ اس سے انسان جلدی ترقی کرنی شروع کر دیتا ہے۔

دنیا میں ہر ایک شخص جو بات حاصل کرتا ہے۔ عام طور پر سامنے نمونہ رکھ کر حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی اعمال کو درست اور صحیح بنانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ بھی کسی نمونہ کو سامنے رکھتا ہے اور یہ دیکھ کر کہ فلاں شخص کے اعمال اچھے ہیں اور اعمال کے اچھا ہونے سے اسے یہ فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ وہ بھی کوشش کرتا ہے کہ اپنے اعمال بھی اس شخص جیسے بنائے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ ایک اور فرض بھی ہے جو انسان کے ذمہ ہے اور وہ اس غرض کا حاصل کرنا ہے۔ جس کے لئے کہ وہ دنیا میں بھیجا گیا مگر یہ غرض حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک انسان ویسے عمل نہ کرے جو اس غرض کے حاصل کرنے والے ہیں اور چونکہ انسان اکثر نمونہ کو دیکھ کر کچھ حاصل کرتا ہے۔ اس لئے اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے بھی وہ بعض ایسے لوگوں کے اعمال سامنے رکھ لیتا ہے۔ جنہوں نے اس غرض کو حاصل کر لیا۔ پھر جب وہ ان پر عمل پیرا ہو تو اس غرض کو حاصل کر لیتا ہے جس کے لئے وہ دنیا میں بھیجا گیا۔ پس ہماری جماعت کو بھی اس غرض کے حصول کے لئے منعم علیہ لوگوں کے اعمال کو نمونہ بنانا چاہیئے تا کہ ان کا دل بھی ایسا ہو جائے کہ خدا کی صفات اس پر جلوہ گر ہوں اور اپنی پیدائش کی غرض کو پالیں۔ تسبیح و تحمید انسان کے دل کو ایسا بنا دیتی ہے اور وہ غرض جو کہ انسان کے دنیا میں آنے کی ہے اس کے ذریعہ پوری ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب ایک شخص خدا کی تسبیح و تحمید کرتا ہے تو دونوں باتیں اس کے سامنے آجاتی ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں۔ خدا پاک ہے تو ہمیں بھی پاک بننے کا خیال آتا ہے کیونکہ اس کے بغیر ہم اس کو پا نہیں سکتے اور چونکہ وہ پاک ہے اور اس کو پانے کے لئے پاک ہونا ضروری ہے۔ اس لئے ہم اگر اس کو پانا چاہیں تو ہمیں پاک ہونا چاہیئے اس لئے جب ہم خدا کو پاک کہتے ہیں تو ہمیں بھی پاک ہونے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح جب ہم تسبیح و تحمید کریں گے۔ تو بہترین نمونہ صفات الٰہیہ کا ہمارے سامنے آجائے گا اور خدا تعالیٰ کی صفات کے نمونہ کو دیکھ کر ہمیں خیال پیدا ہو گا کہ ہم میں بھی یہ صفات پیدا ہوں۔ نیز پھر اس سے یہ خیال پیدا ہو گا کہ ہمیں اپنے عیوب دور کرنے چاہئیں اور بجائے ان کے اپنے اندر خوبیاں پیدا کرنی چاہئیں۔ ان دونوں صورتوں میں تسبیح و تحمید مفید ہو گی۔

دوسرا خاص ذکر الٰہی استغفار ہے۔ اس میں بظاہر ایک شخص اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے۔ لیکن درحقیقت اس میں بھی خدا کی صفات ہی کا ذکر رہتا ہے۔ کبھی نہیں دیکھو گے کہ ایک شخص وکیل سے جا کر کہے کہ مجھے فلاں مرض ہے اس کے لئے نسخہ لکھ دیجئے۔ اسی طرح کبھی نہیں دیکھو

گے کہ ایک شخص ڈاکٹر کے پاس جائے اور اپنا مقدمہ بیان کرکے اس سے کہے کہ اس کے متعلق مشورہ دیجئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ انسان کا خاصہ یہ کہ وہ اسی کے پاس جاتا ہے جس سے اسے امید ہو کہ میرا فلاں کام کر سکتا ہے۔ ایک وکیل چونکہ نسخہ نہیں لکھ سکتا۔ اس لئے وہ اس کے پاس اس غرض کے لئے نہیں جاتا بلکہ ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ڈاکٹر نسخہ لکھ سکتا ہے۔ پس جب ہم کہتے ہیں کہ اے خدا ہمیں معاف فرما۔ تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ غفور ہے۔ رحیم ہے۔ حلیم ہے۔ اور معاف کرتا ہے۔ پس استغفار بھی ذکر الٰہی ہے اور ایسا ذکر الٰہی ہے کہ اسے کثرت سے کرنا چاہئے کیونکہ انسان بغیر خدا کی مدد و نصرت کے کچھ کر نہیں کر سکتا اور نہ ہی بغیر اس کے اسے کچھ مل سکتا ہے۔ پھر استغفار میں اپنی غلطیوں کی معافی بھی ہوتی ہے اور خدا کی مدد و نصرت بھی ملتی ہے۔ پس استغفار میں یہ دونوں باتیں ہیں کہ انسان اپنی غلطیوں کا اقرار بھی کرتا ہے۔ جس سے اسے معافی ملتی اور مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے اور صفات الٰہی کو بھی سامنے لاتا ہے۔

اس کے علاوہ درود ہے۔ درود سے بھی انسان روحانی فوائد پاتا ہے۔ اور روحانی ترقی کرتا ہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ خصوصیت کے ساتھ درود کی کثرت کو اپنے لئے لازم کرے اور مسجد میں آ کر تو بالضرور آنحضرت ﷺ پر درود پڑھے۔

درود دراصل اس احسان کا قرار ہے جو آنحضرت ﷺ نے ہم پر کیا اور احسان کا اقرار انسان کے لئے از حد ضروری ہے۔ کبھی کسی شخص کے اعمال میں پاکیزگی نہیں پیدا ہو سکتی جب تک وہ اپنے احسان کرنے والے کا احسان مند نہیں ہوتا۔ کیونکہ تمام صفائی اعمال میں احسان مندی سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم کثرت سے درود پڑھیں تاکہ ہم آنحضرت ﷺ کے احسانوں کے لئے آپؐ کے احسان مند ہوں اور پھر ہمارے اعمال میں بھی پاکیزگی اور صفائی پیدا ہو۔

جو شخص کسی کے احسانوں کے لئے اپنے محسن کا احسان مند نہیں ہوتا۔ وہ فتنہ و فساد کا بیج بوتا ہے کیونکہ نا احسان مندی اور ناشکر گزاری ہمیشہ فساد و جھگڑے پیدا کرتی ہے۔ غور کرکے دیکھ لو جتنی لڑائیاں اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ نا احسان مندی سے ہی ہوتے ہیں۔ پس ہمیں احسان فراموش نہیں بننا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کے بے شمار احسان ہم پر ہیں۔ ہمیں ان کو یاد رکھنا چاہئے اور ان کا اقرار کرتے رہنا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ جب مدینہ تشریف لے گئے۔ تو مدینہ کے بعض لوگوں نے اس سے برا

منایا۔ حالانکہ آپؐ کے بہت سے احسان ان پر تھے مگر ان لوگوں نے ناشکری کی اور طعن وغیرہ کرنے شروع کر دیئے۔ اگرچہ بعض ان میں دبی زبان سے کرتے تھے۔ مگر ایسے لوگوں نے آپؐ کے احسانوں کی ناشکری ضرور کی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ ناشکری کا بیج بڑھتا بڑھتا ان کو منافق بنا گیا۔ اگر مدینہ کے تمام لوگ آپؐ کی قدر کرتے تو یہ منافق بھی نہ پیدا ہوتے۔ مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ آنحضرت ﷺ کی شکر گزاری کرتے اور جان و مال کو قربان کر دیتے۔ الٹا طعن کرنے شروع کر دیئے۔

طعن کی زبان ناشکری سے ہی کھلتی ہے۔ انسان طبعی طور پر جن کا شکر گزار ہوتا ہے ان کو کبھی طعن نہیں کرتا۔ وہ مرد جو بیوی کا شکر گزار ہو۔ کبھی نہیں دیکھو گے کہ وہ طعن کرتا ہو یا بیوی کی شکایت کرتا ہو۔ اسی طرح وہ بیوی جو خاوند کی احسان مند ہو۔ کبھی اسے طعن نہیں کرتی اور کبھی کسی سے اس کا گلہ نہیں کرتی۔ ایسا ہی ایک بیٹا اگر باپ کا احسان مند ہے اور اس کے احسانوں کی قدر کرتا ہے اور ان کے لئے اس کا شکر گزار ہے تو وہ کبھی کسی کے پاس اپنے باپ کا شکوہ نہیں کرے گا۔ یہی حال روحانی امور کا ہے کہ اگر شکر گزاری ہو۔ تو کوئی شخص زبان طعن نہیں کھولتا۔ آنحضرت ﷺ کے احسانوں کی قدر اگر انہیں ہوتی۔ تو مدینہ کے بعض لوگوں میں ناشکری نہ پیدا ہوتی اور وہ منافق نہ بنتے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے احسانوں کو یاد کرتے ہوئے خدا سے کہنا چاہیئے کہ ہم تو ان کا کچھ بدلہ نہیں دے سکتے۔ تو ہی ان کا عوض رسول کریمؐ کو دے اور اس کا اجر آپؐ کو عطا فرما۔ یہی درود کا مطلب ہے۔ پس چاہیئے کہ اس کی کثرت اختیار کی جائے اور اس کے ذریعہ اپنی احسان مندی کو بہترین صورت میں ظاہر کیا جائے۔

میں نے بتایا ہے کہ درود رسول کریم ﷺ کے احسانوں کو یاد کرنا اور اپنی احسان مندی جتانا اور خدا سے اس کا عوض دینے کی درخواست کرنا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد ہم پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی بے شمار احسانات ہیں۔ اس لئے درود میں ان کو بھی شامل کرنا چاہیئے ایک یہی کیا کم احسان حضرت مسیح موعودؑ کا ہم پر ہے کہ آپؑ کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کا پتہ ہم کو ملا۔ آج لوگوں نے جھوٹی اور بناوٹی اور ہتک آمیز روایتوں سے آنحضرت ﷺ کو کچھ کا کچھ بنا دیا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ مختلف قسم کی باتوں سے آپؐ کی اصل شان کو ہی گھٹا دیا تھا اور بعض ایسی غلط اور بے ہودہ باتیں آپؐ کی طرف منسوب کر رکھی تھیں۔ جو ہرگز آپؐ کے شایان شان نہ تھیں۔ غرض لوگوں کی غلط روایتوں نے آپؐ کو پس پردہ چھپا دیا تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے آکر ان سب پردوں کو اٹھا دیا۔ اور اس مبارک اور خوبصورت چہرہ پر سے تمام پردے اٹھا کر ہمیں دکھا دیا۔ پس یہ کیا کم احسان ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کہ آپؑ نے آکر آنحضرت ﷺ کی اصل شان کو ظاہر فرما دیا۔ اور ان سب باتوں سے آپؐ کو پاک کر دیا جو آپ کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔ پس درود میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی شامل کرنا چاہئے اور بھی احسان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں اور بیشمار احسان ہیں۔ پس ہمارا یہ بھی فرض ہونا چاہئے کہ ہم ان کو بھی درود میں شامل کریں۔ ہم مختلف اوقات میں آنحضرت ﷺ پر درود پڑھیں اور اس درود میں آپ کے خلیفہ مسیح اور مہدی کو بھی شامل کریں اور ان پر بھی درود پڑھیں۔ تا ان کے احسانوں کا بھی اقرار ہو اور شکریہ ادا ہو سکے۔

پھر یہی نہیں کہ درود میں صرف احسان کا اقرار یا شکریہ ہی ہے بلکہ اس میں ہمارا بھی فائدہ ہے اور اس فائدہ کو اگر الگ بھی کر دیا جائے۔ جو اقرار احسان سے حاصل ہوتا ہے تو بھی درود ہمارے فائدہ کی چیز ہے۔ کیا ہم درود میں یہ نہیں کہتے۔ **اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد؟** پھر کیا ہم خود آل میں شامل نہیں؟ یقیناً ہم بھی آل میں شامل ہیں اور اس صورت میں درود نہ صرف آنحضرت ﷺ کے احسانوں کا اقرار ہے بلکہ اپنے لئے بھی ایک دعا ہے۔

پھر ہم درود میں اور دعاؤں میں رسول کریم ﷺ کے لئے یہ دعا تو نہیں کرتے کہ الٰہی تو ان کو جائداد دے۔ باغ دے۔ زمین دے۔ مکان دے۔ دولت دے۔ یہ چیزیں تو آنحضرت ﷺ نے اس دنیا میں جمع نہ کیں۔ پھر وہاں آپ کو ان کی کیا ضرورت ہے۔ جب دنیا میں جہاں سے ان چیزوں کا تعلق ہے آپ نے ان کی پرواہ نہیں کی۔ آپ نے مال نہیں جمع کیا۔ جائداد نہیں بنائی۔ باغ نہیں لگائے۔ محل نہیں تیار کئے۔ تو اگلے جہان میں آپؐ کو ان کی کیا احتیاج ہو سکتی ہے۔

پس ہم اگر آپؐ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ تو یہی کہ آپؐ کے روحانی مدارج میں ترقی ہو۔ خدا آپؐ کو اور بھی ترقی دے اور یہ صاف بات ہے کہ جب آپؐ روحانیت میں ترقی کریں گے۔ تو امت بھی آپؐ کے ساتھ ترقی کرے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے۔

تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

پس جوں جوں آنحضرت ﷺ آگے بڑھیں گے۔ توں توں ہم بھی بڑھیں گے۔ اس لئے درود نہ صرف آپؐ کے مدارج بڑھنے کے لئے ہے۔ بلکہ ہمارے لئے بھی ہے۔

پھر درود سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جو شخص درود کثرت سے پڑھتا ہے۔ اس کی دعائیں

کثرت سے قبول ہوتی ہیں۔ دنیا میں یہ طریق ہے کہ اگر کسی سے کچھ کام کرانا ہوتا ہے۔ تو اس کی پیاری چیز سے پیار کیا جاتا ہے۔ کسی عورت سے اگر کوئی کام کرانا ہو تو اس کے بچہ کو پیار کرو۔ اگر ایک باپ سے کوئی کام کروانا ہو تو اس کے بچے سے محبت کرو۔ پھر دیکھو وہ کیسا مہربان ہوتا ہے۔ فقیر بھی جب خیرات لینے کے لئے دروازہ پر جاتا ہے تو یہ صدا کرتا ہے۔ "مائی تیرے بچے جیئیں"۔ کیونکہ فقیر بھی جانتے ہیں کہ اس صدا کا ماں پر بہت اثر ہوتا ہے۔ جب ماں یہ آواز سنتی ہے۔ تو دوڑی آتی ہے اور فقیر کو خیرات دیتی ہے۔ دیکھو اس آواز کو سنتے ہی جو اس کے پیارے بچے کے لئے ایک دعا ہوتی ہے وہ کس طرح دوڑی آتی ہے۔ اسی طرح درود پڑھنے والے شخص کے متعلق جب خدا دیکھتا ہے کہ اس نے اس کے پیارے کے لئے دعا کی تو کہتا ہے تو نے میرے پیارے کے لئے دعا کی آ۔ میں تیری دعا بھی قبول کرتا ہوں۔ پس جو شخص کثرت سے درود پڑھتا ہے۔ وہ نہ صرف آنحضرت ﷺ کے احسانوں کا اقرار کرتا ہے۔ بلکہ اپنی دعائیں بھی قبول کرواتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ کثرت سے آنحضرت ﷺ پر درود پڑھیں اور اس درود میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی شامل کریں۔ ہم مسجدوں میں جب آئیں۔ تب بھی درود پڑھیں اور گھروں میں جب جائیں تب بھی آنحضرت ﷺ پر درود پڑھیں۔

خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی کامل فرمانبرداری کی توفیق دے اور اپنا جلال ہمارے قلوب پر نازل فرمائے۔ اس کے قرب کے دروازے ہم پر کھولے جائیں اور ہم تسبیح و تحمید استغفار اور درود پڑھنے والے بنیں اور اپنی زندگی کی غرض کو پالیں۔ خدا ہمارے کاموں میں برکت ڈالے اور ہمیں ایسا بنا دے کہ ہم اس کے نور کو اپنے اندر جذب کریں اور دن بدن اور نور اور نئی برکات کو جذب کریں آمین

(الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۲۵ء)